

حضرت محدث اعظم پاکستان (رحمة الله عليه)

تصنيف:

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب
(رحمة الله عليه)

مقالات شارح بخاری جلد سوم

www.fb.com/sardarahmadqadri

حضرت محدث اعظم پاکستان

ولادت ۱۹۰۳ء وصال ۱۹۶۲ء

پاکستان میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کے تلامذہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان کی وہی حیثیت ہے جو ہندوستان میں حضور حافظ ملت قدس سرہ کی ہے۔ لیکن ہندوستان کی موجودہ نسل حضرت محدث اعظم پاکستان سے بخوبی واقف نہیں۔ اس سلسلے میں مجھ سے بار بار سوالات ہوئے۔ اس لئے میں نے ضروری جانا کہ موصوف کی حیات طیبہ کا اختصار کے ساتھ ایک مرقع پیش کروں۔ آئندہ کبھی موقع ملا تو دوسرے اہم کوائف کچھ پیش کروں گا۔ یہ مضمون حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب قادری کی کتاب ”محدث اعظم پاکستان“ پاکستان سے ماخوذ ہے۔

اسم مبارک:

گہروالوں نے سردار محمد نام رکھا تھا، اس مناسبت سے کہ اور بھائیوں کے نام اسی طرز کے تھے، مثلاً حیات محمد، شیر محمد وغیرہ مگر بریلی شریف تعلیم کے لئے حاضری کے بعد آپ ”سردار احمد“ کے ساتھ مشہور ہوئے، خود اپنا دستخط ”محمد سردار احمد“ فرمایا کرتے۔

کنیت:

مناظرہ بریلی میں کامیابی کے بعد آپ کی کنیت ابو المنصور رکھی گئی۔ پھر صاحبزادہ والا تبار حضرت مولانا مفتی قاضی فضل رسول صاحب مدظلہ العالی کی ولادت کے بعد خود اپنی کنیت ابو الفضل رکھی۔

لقب:

حضرت نے مسلسل تیس سال تک ہزاروں طلبہ کو درس حدیث دیا۔ اس لئے پوری

امت نے محمدؐ اعظم پاکستان کا لقب دیا۔

ولادت:

آپؐ کی ولادت کس سن اور کس مہینے، کس تاریخ میں ہوئی اس سلسلے میں کوئی قطعی دریافت نہ ہو سکی۔ میں نے اپنے ایک مضمون میں اپنے اندازے کے مطابق ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء لکھا۔ اسی طرح اور حضرات نے اپنے اندازے سے لکھا ہے۔ مگر پنجاب یونیورسٹی گزٹ لاہور ۱۹۲۲ء میں آپؐ کی تاریخ ولادت ۲۲ ستمبر ۱۹۰۳ء لکھی ہے۔ جو ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۲۳ء کے مطابق ہے۔ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے، مگر اس پر پورا اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ مدارس میں عموماً اندازے سے ہی تاریخ پیدائش لکھی جاتی ہے۔ وہ بھی کچھ کم ہی۔ اس سے یہ قیاس درست ہے کہ ولادت اس کے بعد کی نہیں سال دو سال پہلے کی ہو سکتی ہے۔

جائے پیدائش:

قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداس پور وطن مالوف ہے، یہیں ولادت بھی ہوئی۔ اب یہ ضلع مشرقی پنجاب کا حصہ ہے۔ تقسیم سے پہلے اس گاؤں میں چار مسجدیں تھیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گاؤں بڑا تھا، اور مسلمان وہاں کافی تھے۔

خاندان:

والد کا نام نامی میران بخش تھا۔ ماں باپ دونوں دیندار، صوم و صلوة کے پابند، نیک سیرت، اولیائے کرام کے عقیدت مند، سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شیدائی تھے۔

ایک دفعہ دوپہر میں دوسید مہمان ایسے وقت میں آئے کہ میران بخش صاحب دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ کے لئے لیٹے ہی تھے، اندر جا کر اپنی اہلیہ سے ان کے لئے کھانا طلب کیا، انہوں نے کہا: پوچھ لو اگر یہ نمازی ہیں تو تازہ کھانا پکا کر پیش کروں ورنہ جو موجود ہے وہی لے جا کر کھلا دو۔ میران بخش صاحب نے آکر ان مہمانوں سے دریافت کیا، دونوں نے عرض کیا: ہم نماز پابندی سے پڑھتے ہیں۔ اس متدین خاتون نے تازہ کھانا پکا کر ان مہمانوں کو کھلایا۔

والد ماجد کا شکار تھے، بچپس ہیکھے چاہی اور بچپس ہیکھے ہارانی درخیز زمین زیر کاشت تھی۔ دیہاتوں میں ایسا شخص خوش حال شمار ہوتا ہے۔

عہد طفلی:

بھائیوں، پڑوسیوں، اساتذہ سب کا یہ متفقہ بیان ہے کہ حضرت محدث اعظم پاکستان کی بلند کشادہ پیشانی نورانی چہرہ اور عادات و اطوار اس کے غماز تھے کہ یہ بچہ ایک دن مقتدرائے انام ہوگا۔ لغو کام، بے ہودہ کلام کبھی منہ سے نہیں نکالا، نہ کسی سے لڑے، جھگڑے، بچپن ہی سے والد ماجد کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے جایا کرتے، درود و وظیفہ پڑھتے، نعت سنکھاتے۔

آپ کے ایک پڑوسی اور آٹھویں جماعت تک کے ہم سبق نذیر احمد صاحب سراجی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

جب آپ پیدا ہوئے تو ہمارے گھروں میں چرچا ہوا کہ اس نومولود کی پیشانی مبارک پر چاند کی سی روشنی چمکتی ہے۔

ایک اور صوفی منش بزرگ چودھری ناظر حسین صاحب نے آپ سے بڑے بھائی چودھری حیات محمد عرف سائیں جی سے ایک مرتبہ فرمایا:

سائیں جی! تم کو مبارک ہو، تمہارے عزیز بھائی سردار احمد کی پیشانی میں نیک نختی اور خوش قسمتی کا چمکتا ہوا ستارہ دیکھ رہا ہوں۔

تحصیل علم:

حضرت نے ابتدائی تعلیم دیال گڑھ کے مقامی پرائمری اسکول میں پائی۔ اس وقت پرائمری اسکول میں ایک بزرگ مولوی ذوالفقار علی تھے، جو بہت دیندار متقی صابر قانع، طلبہ پر مطلق استاذ تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت سے فرمایا:

آوئے جہاتوں تے وڈانا مور مولوی عمل والا ہو ویدا۔

ترجمہ: اے جاٹ تو تو بڑا نامور عالم باعمل ہوگا۔

پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ ضلع گورداس پور مزید تعلیم کے لئے چلے گئے۔ اس اسکول کے صدر مدرس حاجی پیر محمد صاحب تھے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت مجھ سے اس وقت یہ فرمایا کرتے تھے:

ماسٹر جی! ہمیں بزرگوں کی باتیں سنائیے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر تو ضرور روشنی ڈالا کیجئے۔ ماسٹر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ مجھے اس بچے کی اس خواہش پر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی۔ میں صرف ان کی خاطر روزانہ اسباق میں ان کی یہ خواہش پوری کیا کرتا۔

میٹرک کے فائنل امتحان میں آپ فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے۔ اس زمانے میں محکمہ پولیس کو آدمی نہیں ملتے تھے، اس لئے متعلق افسران تندرست، ذہین، شریف النفس نوجوان کی تلاش میں رہتے تھے۔ اس کے مطابق پولیس سینٹر فلور سے آپ کو پولیس میں بھرتی ہونے کو کہا گیا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔

البتہ آپ کے مرشد برحق شاہ سراج الحق چشتی نے ابتدا میں پٹوار کا امتحان دیا تھا۔ پیر کی اتباع کے جذبے میں آپ نے بھی پٹوار کا امتحان دیا، مگر آپ نے ملازمت نہیں کی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد لاہور ایف اے کرنے کے لئے چلے گئے، وہاں کسی کالج میں داخلہ نہیں لیا بلکہ پرائیویٹ تیاری میں مصروف رہے، ان دنوں انجمن حزب الاحناف لاہور اپنے شباب پر تھی۔ اہل سنت و جماعت کے عوام و خواص کا مرجع اعظم تھی، اس کے بالترام سالانہ اجلاس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ہوتے تھے۔ جس میں شہر ہی نہیں دور دراز کے اکابر و اصاغر بڑی کثرت سے شرکت کرتے تھے۔ ہندوستان کے صف اول کے علماء، مشائخ تشریف لاتے تھے۔ ۱۳۴۳ھ تا ۱۹۲۴ء میں اس کے اجلاس ہوئے۔ اس میں پہلے دن کے جلسے میں استاذ العلماء صدر الافاضل فخر الاماثل بقیۃ الاولیاء حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تا ۱۹۴۸ء نے اعلان فرمایا:-

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد ملت حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب الدلائل القاہرہ، ذوالصانف الباہرہ، امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس

سرہ کے شہزادے، حامی سنت ماحی بدعت، رہبر شریعت، فیض الدریخت، مفتی انام، مرجع
الخواص والعوام، حجت الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب فلاں ٹرین سے تشریف
لا رہے ہیں۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی عظمت سے ہر سنی مسلمان کا دل
معمور تھا ہی۔ اتنے جلیل القدر عالم کے اس شاندار اعلان کے بعد ہر سنی مسلمان مجدد اعظم
کے نور نظر، لخت جگر وارث علم و فضل کی زیارت کے لئے بے تاب ہو گیا۔ وقت مقررہ پر
لاہور کا وسیع و عریض پلیٹ فارم استقبال کرنے والوں سے کچا کچھ بھر گیا۔

حضرت محدث اعظم پاکستان بھی کسی اندرونی کشش سے مضطر ہو کر اسٹیشن پہنچ چکے
تھے، گاڑی رکنے کے بعد جب ریل کے ڈبے سے مظہر جمال اعلیٰ حضرت، مرآۃ کمال اعلیٰ
حضرت باہر تشریف لائے تو آپ نے بھی پہلی نظر اس نورانی پیکر پر ڈالی، نظر پڑنا تھا کہ
حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنا سب کچھ ان کے حوالے کر دیا۔ پلیٹ فارم پر بدقت
سلام اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی، مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ حضرت حجت الاسلام
نے بھی اپنی خدنگ نظر کے نئے شکار کو جان لیوا تبسم کے ساتھ بھرپور دیکھا، اور اپنے شکار کو
روحانی کند میں ایسا جکڑا کہ آج تک نہ چھوٹ سکا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان رات کو جلسے
میں حاضر ہوئے مگر نہ تقریر سے غرض، نہ مقرر سے واسطہ، نمکلی باندھے ہوئے حضرت
حجت الاسلام کے چہرہ زیبا کو دیکھتے رہے۔

تو دانی کہ صاحب نظر زیر زیر
مگر دو چو مستقی از دجلہ سیر

جلسے کے ختم ہونے کے بعد حضرت حجت الاسلام اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے،
جو حضرت شاہ غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب تھی، آپ بھی وہاں حاضر ہوئے۔
حضرت حجت الاسلام نے ایک نظر ڈالی اور بڑے پیار سے اپنے قریب بلایا۔ خیریت دریافت
کرنے کے بعد نام وطن پوچھا۔ حضرت حجت الاسلام نے محسوس کیا کہ یہ نوجوان کچھ
کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں پاتا، فرمایا: آپ کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہیں، بلا تکلف کہئے۔

اب ہمت بندھی اور عرض کیا کہ میں یہاں لاہور ایف اے پاس کرنے آیا تھا، مگر اب اس کا کوئی شوق باقی نہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

حضور مجھے اپنے ساتھ بریلی شریف لے چلیں، میں علم دین حاصل کرنا چاہتا ہوں۔
حضرت حجۃ الاسلام نے بڑی فراخ دلی سے یہ عرض داشت قبول فرمائی، اور انہیں اپنے ہمراہ بریلی شریف لے آئے۔

بریلی شریف میں اب تک طلبہ کا قیام مساجد میں ہوتا ہے۔ اس وقت بھی یہی رواج تھا مگر حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کو اپنے کاشانہ اقدس میں رکھا۔ کرم بالائے کرم یہ فرمایا کہ پوری کفالت فرماتے۔ ان دنوں گھر والوں کو پتہ نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں، والدین پر انہری کی تعلیم ہی کے ایام میں انتقال کر چکے تھے، بھائی جو آپ کی گمشدگی سے سخت پریشان تھے۔ انہوں نے ہر چند تلاش کیا کچھ پتہ نہ چلا، کئی برس کے بعد آپ کے مرشد برحق شاہ سراج الحق صاحب اجمیر مقدس حاضر ہوئے تو آپ سے ملاقات ہوئی، اور پھر حضرت شاہ سراج الحق صاحب نے بھائیوں کو اپنے وطن کرناٹ بلا کر ملاقات کرائی۔

حضرت محدث اعظم پاکستان ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ بدرالطریقہ اجمیر مقدس مدرسہ معینیہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔ اس وقت مدرسہ منظر اسلام میں کوئی قابل ذکر مدرس نہیں تھا جو حضرت محدث اعظم پاکستان جیسے اعلیٰ درجے کے ذہین فطین طالب علم کو کما حقہ پڑھا سکتا۔ مگر حضرت بڑے صبر و شکر کے ساتھ پڑھتے رہے، کبھی کبھی حضرت حجۃ الاسلام کو اپنی مصروفیات سے فرصت ملتی تو وہ پڑھا دیتے، ساتھ ہی ساتھ بقیہ کتابوں میں جو باتیں تشریف دیتے ان کو بھی حضرت سے دریافت فرمایا کرتے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان کی ابتدا ہی سے یہ عادت تھی کہ اپنا ایک منٹ بھی وقت ضائع نہیں فرماتے۔ ہمہ وقت مطالعے میں مصروف رہتے، مسجد میں بھی جاتے تو کتاب لے

کر جاتے، جماعت میں دیر ہوتی تو مطالعہ کرتے۔

ابتدا میں حضرت مفتی اعظم ہند سے کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ حضرت مفتی اعظم ہند اپنے چچا کے مکان میں رہتے تھے جو اب حضرت مفتی اعظم کا مکان کہلاتا ہے، جس میں نہایت خاموشی سے فتویٰ نویسی اور خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت مفتی اعظم کا بیان ہے کہ میں جب ان کو دیکھتا پڑھتے دیکھتا، مسجد میں آتے تو بھی کتاب ان کے ہاتھ میں ہوتی۔ میں اس سے کافی متاثر تھا۔ ایک اور پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد مجھ سے پڑھتے تھے، انہوں نے ان سے ساری سرگزشت سنا لی، ان کے ساتھ یہ (محدث اعظم پاکستان) میرے پاس آنے جانے لگے، انہوں نے مزید مجھ سے پڑھنے کی درخواست کی، مولوی نذیر احمد نے بھی سفارش کی تو میں نے ان کو پڑھانا شروع کیا، مدیہ، قدوری، کنز، شرح جامی تک مجھ سے پڑھا۔

میری ہی تحریک پر وہ مولوی اور لیس رضا بن مولا حکیم حسنین رضا کے ساتھ اجیر شریف گئے۔ آپ اجیر مقدس ۱۳۴۵ھ / ۱۹۶۵ء میں گئے تھے، اور طلبہ چوں کہ شوال ہی میں مدارس تبدیل کرتے ہیں اس لئے قیاس یہی ہے کہ شوال میں گئے ہوں گے۔ بریلی شریف میں ابتدائی قیام بہ مشکل دو سال تھا کیوں کہ حزب الاحناف کا یہ اجلاس جس کے بعد حجۃ الاسلام کے ساتھ بریلی آئے تھے، ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۲ء میں ہوا تھا۔

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۲ء لغایت ۱۹۳۳ء اجیر مقدس میں زیر تعلیم رہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف منظر اسلام میں واپس آئے تو یہ بھی ساتھ دوبارہ منظر اسلام میں آ گئے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ نے دورہ حدیث بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعہ سے پڑھا۔ حضرت حجۃ الاسلام سے سلسلہ احادیث کی اجازت ہے، مگر حدیث کا کوئی سبق ان سے نہیں پڑھا ہے۔ اس کی دلیل وہ سند ہے جو حضرت حجۃ الاسلام نے حضرت کو دی ہے۔ اجازت کے کلمات مبارکہ سے ظاہر ہے۔ یہ تحریر فرمایا: مجھ سے انہوں نے سوال فرمایا تو میں نے انہیں قرآن کریم اور احادیث، صحاح ستہ، مسانید، معاجم کی اجازت دی۔ اگر آپ نے حجۃ الاسلام سے دورہ پڑھا ہوتا تو یہ ضرور تحریر فرماتے کہ انہوں نے مجھ سے صحاح ستہ مثلاً

پڑھا ہے۔ جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے۔

یوں تو حضرت محدث اعظم پاکستان نے متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ مگر جس ذات سراپا فیض نے انہیں محدث اعظم بنایا وہ حقیقت میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی ذات اعلیٰ صفات ہے۔ حضرت صدر الشریعہ فرمایا کرتے مجھے پڑھنے والی صرف ایک جماعت ملی۔ اس لئے اس جماعت کو دل کھول کر پڑھایا، بلکہ یوں کہئے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صدر الشریعہ کے سینے میں جو کچھ انڈیا تھا، حضرت صدر الشریعہ نے ان سب کو اس جماعت کے سینے میں انڈیلنے کی بھرپور کوشش فرمائی، نہ یہ لوگ پڑھنے سے ٹھکتے تھے، نہ وہ پڑھانے سے۔

اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی پڑھاتے تھے اور صرف مروجہ نصاب کی پابندی نہیں تھی، غیر درسی اہم سے اہم کتابیں بھی پڑھائی، مثلاً محقق دوانی کے حواشی قدیمہ و جدیدہ، شرح تجرید، شرح اشارات، امام رازی و طوسی وغیرہ کا بہت خصوصی درس دیا۔ مدرسہ معینیہ میں صرف دوپہر کے پہلے تک مدرسہ رہتا۔ بعد ظہر درس کا رواج نہ تھا۔ حضرت صدر الشریعہ صبح سویرے مدرسہ معینیہ کے وقت سے پہلے مدرسہ پہنچ جاتے، اور مدرسہ میں چھٹی ہونے کے بعد تک پڑھاتے رہتے۔ گرمیوں میں ۱۲ بجے تک درس دیتے، بعد ظہر مخصوص طلبہ کو گھر پر درس دیتے، جن میں خصوصیت سے حضرت محدث اعظم پاکستان اور حضرت حافظ ملت قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ بلا ناغہ بعد ظہر بھی حاضر ہوتے۔

حضرت صدر الشریعہ روزانہ نماز عصر کے بعد درگاہ معلیٰ میں مزار اقدس کے قریب تشریف رکھتے۔ اس وقت بھی علمی مذاکرات ہوتے، کچھ دنوں کے بعد اطباء نے حضرت صدر الشریعہ کو مشورہ دیا کہ روزانہ کچھ چلا کریں۔ اس لئے روزانہ عصر کی نماز کے بعد دولت باغ بارہ دری انا سا گر تک تشریف لے جاتے۔ ساتھ آپ بھی کتاب لئے علمی سوالات کرتے جاتے، اور حضرت صدر الشریعہ جوابات دیتے جاتے۔

اجمیر مقدس اور بریلی شریف دونوں جگہوں میں حضرت صدر الشریعہ سے تحصیل علم کے جواحوال مسلسل سننے میں آتے ہیں، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ نہ یہ تعلیم سے ٹھکتے تھے اور

نہ حضرت صدر الشریعہ تعلیم سے اکتاتے تھے۔ اور یہی حال حضرت حافظ ملت کا بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں اپنے وقت کے اہل سنت کے دو قطب تھے۔ ان دونوں کا فیض ابر رحمت بن کر صرف ہندوستان، پاکستان ہی نہیں پوری دنیا پر برس رہا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان کا ذوق تعلیم صرف زمانہ طالب علمی تک ہی محدود نہ رہا بلکہ فراغت کے بعد جب مدرس ہو گئے تو اس وقت بھی یہی حال تھا کہ وہ حضرت صدر الشریعہ سے ہمیشہ سوالات کیا کرتے تھے، بلکہ جب شیخ الحدیث ہو گئے اور حضرت صدر الشریعہ دادوں ضلع علی گڑھ مدرسہ حافظیہ میں چلے گئے جب بھی یہ حال تھا کہ جب حضرت صدر الشریعہ بریلی تشریف لاتے تو کتاب لے کر پہنچ جاتے اور اپنے اشکالات حل فرماتے۔

میرے قیام بریلی کے ایام ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء، ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں حضرت صدر الشریعہ پانچ بار بریلی شریف تشریف لائے تھے۔ عید الاضحیٰ پر، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس مبارک میں، حضرت حجۃ الاسلام کے وصال پر تعزیت کے لئے، حضرت حجۃ الاسلام کے چہلم میں، جلسہ دستار بندی پر ۱۳/شعبان ۱۵/تحریت والے موقع کے علاوہ ہر موقع پر میں نے اسے خود دیکھا ہے۔ بلکہ دوبار حضرت نے خود حکم دیا کہ فلاں فلاں کتابیں لے کر چلو، حضرت کے یہاں چلنا ہے۔

ایک چیز اور ذہن میں رکھیں! حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ میں ”الحذۃ تعتری علی قراء امتی“ (میری امت کے علماء کو گرمی لاحق ہوگی) کی بنا پر جلال غالب تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک صاحب نے رمضان میں تصریح پڑھانے کی درخواست کی، حضرت نے قبول فرمایا، مگر دو دن سے زیادہ نہ پڑھ سکے، مگر محدث اعظم پاکستان میں معلوم نہیں کون سی جاذبیت تھی کہ انہیں دیکھتے تو باغ باغ ہو جاتے، جس حال میں ہوں جو کچھ بھی پوچھیں بلا جھجک بتانا شروع کر دیتے۔ جھڑکنا، ڈانٹنا تو بہت دور کی بات ہے کبھی چیں بجبیں بھی نہ ہوتے۔ معلوم ہوتا تھا کہ انہیں دیکھتے ہی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے علم میں جوش آ جاتا تھا۔

کسی شخصیت کے ابھرنے اور کمال تک پہنچنے کے لئے ذاتی استعداد اور صلاحیت کے ساتھ ساتھ استاذ اور شیخ کی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ جب استاذ اور شیخ، مخزن

علوم و فنون اور مجمع کمالات و فضائل ہو، اور اپنے تمام علوم و فنون تلمیذ میں منتقل کر دے تو پھر وہی ہوتا ہے جو ہوا جیسا کہ حضرت مفتی اعظم نے فرمایا: پھر تو بحر العلوم کے پاس گئے اور خود بھی بحر العلوم ہو گئے۔

تدریس:

فراغت کے بعد ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں حضرت حجۃ الاسلام نے مدرسہ منظر اسلام ہی میں مدرس دوم کے عہدے پر رکھ لیا۔ انہیں ایام میں جناب مولانا مفتی وقار الدین صاحب دارالعلوم امجدیہ کراچی و مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی نے آپ سے متوسطات پڑھی تھیں۔ تدریس شروع کرتے ہی طلبہ کا رجحان آپ کی طرف بے پناہ ہو گیا۔ حضرت صدر الشریعہ کوشتی کتابوں اور دورہ پڑھانے سے فرصت نہ تھی، اس لئے دورے کے نیچے کے طلبہ سب اس کے متمنی رہتے کہ ہماری کتابیں آپ کے یہاں رہیں۔

پھر جب ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء میں صدر الشریعہ دادوں ضلع علی گڑھ مدرسہ حافظیہ میں تشریف لے گئے تو حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کو صدر المدرسین بنا دیا۔

اس طرح منظر اسلام میں تقریباً چھ سال مدرس رہے۔ ایک سال مدرس دوم اور پانچ سال سات ماہ صدر المدرسین کے منصب پر رہے۔

پھر ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۸ء جمادی الاولیٰ میں بعض انتظامی امور میں مہتمم مدرسہ سے اختلاف شدید کی بنا پر یہ اور جناب مولانا عبدالعزیز بجوری نے بغرض اصلاح تقریباً منتہی سہ طلبہ کے ساتھ مسجد بی بی جی میں انتہائی بے سرو سامانی کے ساتھ درس دینا شروع کیا۔ طلبہ شہر کی مساجد میں رہتے تھے۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم جامع مسجد بریلی کے خطیب تھے، مگر حضرت محدث اعظم پاکستان بظاہر بالکل بے سہارا تھے۔ مشاہرہ تو بڑی بات، کھانے کا بھی کوئی کفیل نہ تھا۔ مسجد بی بی جی کے شمالی حجرے میں قیام تھا۔ وہیں طلبہ سے کھانا پکوا کر تناول فرماتے تھے۔ اس وقت کی حضرت کی بے کسی مظلومی یاد آتی ہے تو آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اہل علمائے کرام و معززین اہل سنت نے اصلاح و مفاہمت

باہمی کی بہت کوشش کی مگر سب بے سود ہوئیں۔

یہ وقت وہ تھا کہ دیوبندیوں کے مایہ ناز اور بہت فن کار مناظر مولوی منظور سنبھلی بریلی ہی میں تھے، اور بظاہر الفرقان نکالتے تھے، مگر درحقیقت اپنی شاطرانہ چالوں سے وہابیت کی جڑیں مضبوط کرنے کی دھن میں لگے رہتے۔ اگرچہ مناظرہ میں شکست فاش کے بعد وہ خود بے نقاب ہو چکے تھے، مگر اب بھی ان کا قیام بریلی ہی میں تھا۔ ادھر حال یہ تھا کہ مناظر تو بہت دور ہے، سوائے حضرت کے مدرسین میں سے کوئی معمولی طور پر تقریر کرنا نہیں جانتا تھا۔ اس کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ، حضرت مفتی اعظم ہند یہ ضرور چاہتے تھے کہ حضرت بریلی شریف ہی رہیں۔ جب اصلاح ذات البین کی کوئی صورت نہیں نکل سکی تو حضرت صدر الشریعہ کی تحریک پر حضرت مفتی اعظم نے ان حضرات کی سرپرستی قبول فرمائی اور ان لوگوں کے مشاہرے کی ذمہ داری لی۔ اس طرح مدرسہ مظہر اسلام، مسجد بی بی جی وجود میں آگیا۔ مدرسہ کی کوئی عمارت نہ تھی، مسجد کے دو حجرے تھے۔ ایک جانب شمال، دوسرا جانب جنوب۔ شمالی حجرے میں حضرت کا قیام تھا اور جنوبی حجرے میں مؤذن اور ایک دو طالب علم رہتے تھے۔ مسجد کا ایک سائبان ٹین کا تھا۔ اسی میں تعلیم ہوتی تھی۔ پہلے مسجد کا اندرونی حصہ کھلا رہتا تھا مگر بدطینت طلبہ کی شرارتوں کی وجہ سے اسے بعد میں مقفل رکھتے تھے۔ مدرسہ کی کوئی آمدنی نہ تھی۔ حضرت مفتی اعظم ہند اپنی جیب خاص سے سب مدرسین کا مشاہرہ دیتے تھے، جس کے نتیجے میں کافی مقروض بھی ہو گئے مگر ہمت نہیں ہاری، مگر چوں کہ مدرسہ کی خدمات نمایاں تھیں اس لئے رفتہ رفتہ اس کی طرف بھی اہل سنت کا رجحان بڑھنے لگا، اور پھر تو روپیہ برسنے لگا۔

ابتدا میں صرف محدث اعظم پاکستان اور مولانا عبدالعزیز صاحب بجنوری مدرسے تھے۔ جب طلبہ کی کثرت ہوئی اور دورے کے طلبہ آگئے تو مزید مدرسین کا اضافہ ہوا۔ مثلاً مولانا وقار الدین، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری وغیرہ کا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۶ء سے لغایت شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء تک مسلسل ۱۰ سال تک اپنے فیض کے دریا یہاں بہائے۔ جب رمضان ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں ہم ہندوستانی مسلمانوں کی

کم نصیبی سے ملک تقسیم ہو گیا۔ گورداس پور ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔ نیز پاکستان اور ہندوستان کے ذمہ دار حکام اعلیٰ نے مغربی پنجاب کو سکھوں اور ہندوؤں سے اور مشرقی پاکستان کو مسلمانوں سے ٹھیکہ طے کر لیا۔ تو شوال میں آپ ہال بچوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔

سال بھر کے بعد گھوسی حضرت صدر الشریعہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو اپنی ہجرت کا واقعہ تفصیل سے خود سنایا تھا۔ فرمایا: رات میں ایک دن مجھ سے میرے ایک سکھ پڑوسی نے جو مجھ سے بہت محبت جتا تھا تھا آ کر یہ کہا کہ مولوی جی! جان بچانا چاہتے ہو تو ابھی اسی وقت جتنی جلدی ہو سکے، دیال گڑھ سے نکل جاؤ، ورنہ نہ تم بچو گے نہ تمہارے ہال بچے بچیں گے۔ تاکید کر دی کہ بہت جلدی کرو۔

فرمایا: میں گھر کے اندر آیا اور بچوں کو ساتھ لیا اور تن بٹھدیر نکل پڑا۔ بعد میں میں نے اس کو لکھا کہ اگر میری کتابیں محفوظ ہوں تو کسی طرح مجھ تک پہنچا دو۔ اس نے جواب دیا کہ گھر کا کل سامان لوٹ لیا گیا، اور کتابیں کنویں میں ڈال دی گئیں۔ ہجرت کر کے آپ لاہور پہنچے۔ اپنے تلمیذ مولانا سید محمد جلال الدین کی درخواست پر ان کے مدرسہ میں بھگت تشریف لے گئے۔ یہاں بمشکل چار پانچ ماہ رہے۔ غالباً شوال ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء سے لے کر ربیع الاول ۱۳۶۷ھ / ۱۳۸۸ء تک وہاں رہے ہوں گے۔

پھر مشرقی پنجاب کے حالات اعتدال پر آئے اور دونوں ملکوں میں آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو بریلی شریف مظہر اسلام میں تشریف لائے۔ ابتدا میں دونوں ملکوں میں آنے جانے کے لئے پر مٹ کی حاجت تھی، نہ پاسپورٹ کی، مگر چند دنوں کے بعد دونوں ملکوں نے آنے جانے کے لئے پر مٹ کی پابندی لگا دی تو آپ پاکستان ہی میں رہ گئے، اور حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی (۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) خطیب وزیر آباد کی کوشش سے وزیر آباد کے قریب سارو کی تشریف لے گئے۔ یہاں رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء تک رہے۔ سارو کی ہی میں قیام کے ایام میں ملک کے ہر چہار طرف سے اجلہ علمائے کرام، مشائخ عظام نے درخواست پیش کی کہ ہمارے یہاں آ کر تدریسی خدمات انجام دیں۔ کراچی

کے بڑے بڑے سیکھوں نے چاہا کہ کراچی آجائیں، آپ نے سب کو یہی جواب دیا کہ میں از خود کہیں نہیں جاسکتا، حضرت صدر الشریعہ، حضرت مفتی اعظم ہند جہاں فرمائیں گے جاؤں گا۔

بالآخر حضرت مفتی اعظم نے اشارۃً لائل پور قیام کا مشورہ دیا۔ جس کی بنا پر آپ نے لائل پور تشریف لے جا کر شوال ۱۳۶۸ھ / جولائی ۱۹۴۹ء میں محلہ سنت پورہ میں تو کلا علی اللہ درس دینا شروع کیا۔ پھر چند دنوں کے بعد جامعہ رضویہ مدرسہ مظہر اسلام کی شاہی مسجد میں جا کر پڑھانا شروع کیا۔ اس مسجد میں چھت بھی نہ تھی۔ فرش پر کھلے آسمان کے نیچے درس دیتے تھے، لیکن ایک وسیع مناسب زمین کی تلاش تھی، جہاں ایک عظیم دارالعلوم قائم ہو۔ بالآخر گول باغ میں زمین دستیاب ہو گئی، اور صرف پانچ مہینے بعد ربیع الاول شریف ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا سنگ بنیاد رکھا۔ جو آج ایک عظیم فلک بوس دینی قلعہ کی شکل میں بن کر تیار ہے۔ وصال تک یہیں قیام رہا، اور اب بھی یہیں جلوہ فرما ہیں۔ شوال ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء سے لے کر تادم وصال یکم شعبان ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء تک دو ڈھائی ماہ کم پندرہ سال لائل پور میں آپ کا قیام رہا۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام گول باغ لائل پور:

گزر چکا کہ حضرت محدث اعظم پاکستان جب ہجرت کر کے پاکستان پہنچے تو ہر چہار طرف سے مدارس کے منتظمین، خانقاہوں کے سجادہ نشین صاحبان نے اپنے اپنے مدارس اور آستانوں پر تشریف لانے کی درخواست پیش کی، مگر آپ نے سب کو یہی جواب دیا کہ میں اپنے اساتذہ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاسکتا۔ یہ حضرات جہاں فرمائیں گے وہیں کام کروں گا۔

ابتداءً پاکستان اور ہندوستان میں آمد و رفت کی کوئی پابندی نہ تھی، اس لئے بریلی شریف حاضر ہوئے اور مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں کچھ دن اسباق بھی پڑھائے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دلی آروز یہی تھی کہ بریلی شریف میں حسب سابق تدریسی خدمت

پریش اور ذیابیطیس کا عارضہ ہو گیا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ علاج ہوا۔ تبدیل آب و ہوا کے لئے کوہ مری ایبٹ آباد لے جایا گیا، اور پھر اخیر میں کراچی لے جایا گیا، وہاں پر ہر ممکن علاج ہوا مگر بیماری کا علاج ہے، مرض الموت کا کوئی علاج نہیں۔ بالآخر کراچی ہی میں یکم شعبان ۱۳۸۱ھ/۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات میں اربع بجکر ۴۰ منٹ پر اللہ اللہ کرتے ہوئے وہ واصل بحق ہو گئے۔

دوسرے روز جنازہ بذریعہ ریل لائل پور لایا گیا۔ سنی رضوی جامع مسجد اور دارالحدیث کے درمیان دفن یا گیا، جہاں آج عالیشان گنبد بن کر تیار ہے، جو زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
(ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور۔ فروری ۱۹۹۲ء میں: ص ۲۴-۳۱)

☆☆☆